

## الْجُزُءُ الثَّانِي

### مِنْ هَذِهِ الْحَدِيثِ

**أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَفْضَلُ الدُّعَاءِ إِلَّا سُتْغَفَارٌ**

ترجمہ: سب سے زیادہ فضیلت والعمل لآللہ إلّا اللّھ او بہترین دعا استغفار ہے۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے اقرار کو سب سے زیادہ فضیلت والعمل قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرا حصے میں استغفار یعنی اللہ کے حضور اپنی غلطیوں اور گناہوں کی معافی طلب کرنے کو سب سے فضیلت والی دعا قرار دیا گیا ہے۔

حدیث کے پہلے حصے میں ارشاد ہے: **أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَعْلَمُ اللَّهُ كَسَى دُوْرَكَوَالْمَنَةَ مَانَةَ كَا اقْرَارَ اور اپنے عمل سے اس عقیدے کا اظہار سب سے فضیلت اور عظمت والعمل ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ لفظِ اللَّهِ سَمِّرَادَائِيَّہِ ذات ہے جس کی عبادت کی جائے، جس سے بے پناہ محبت اور عقیدت ہو وہ اللہ ہی کی ذات ہے، جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں عقل اور بصیرت عطا کی، ہمیں نہ صرف زندگی دی بلکہ زندگی کی تمام نعمتیں عطا کیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے قول اور فعل سے اسی ذات کو اللہ مانیں، اسی کی عبادت کریں اور اسی سے سب سے زیادہ محبت کریں۔**

حدیث کے دوسرا حصے میں ارشاد ہے: **أَفْضَلُ الدُّعَاءِ إِلَّا سُتْغَفَارٌ** یعنی بہترین دعا اللہ سے اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی معافی مانگنا ہے۔ انسان بعض اوقات دنیا کی ظاہری رنگینیوں میں کھو کر اپنے خالق و مالک کی رضا کے خلاف کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے لہذا اللہ کو اللہ مانے کا تقاضا ہی ہے کہ انسان اپنی غلطی یا گناہ پر نادم اور شرمند ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے کیونکہ آخر دنی نجات اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اللہ تعالیٰ ہماری غلطیوں اور گناہوں کو معاف نہ کر دے۔ اب اگر کوئی اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ اور محبوب بننا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے دل و جان سے لآللہ إلّا اللّھ او بستَغْفِرَ اللَّه کا اظہار کرتا رہے۔

**2- طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ**

ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان (مردو عورت) پر فرض ہے۔

تشریح: انسانی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے کہ اسے اپنی ذات اور کائنات کے بارے میں ہر چیزی اور بری بات کا علم ہو۔ اس کے بغیر نہ تو انسان دنیا میں ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے خالق و مالک کا قریب حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کی اسی بنیادی ضرورت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس حدیث میں علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مردو عورت پر لازمی قرار دیا ہے۔ جبکہ ہمارے ملک میں لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں کی تعلیم کا تناسب نصف ہے۔ لڑکیوں کے مدارس کی تعداد بھی آدمی ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ارشاد گرامی پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ ہم لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر بھی پوری توجہ دیں تاکہ کوئی بچی آن پڑھا اور جاہل نہ رہے۔

انسان اس وقت تک اپنے مقام اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کو جان نہیں سکتا جب تک وہ علم کی جستجو کی راہ پر گامزن نہ ہو۔ دوسرا بات

یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اپنے فرائض و ذمہ داریوں کے متعلق جواب دی کرنی ہے اس لیے ہر نیکی اور گناہ کا، اچھائی اور بُرائی کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے تب ہی ہم دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں بھی سرخو ہو سکتے ہیں۔

### -3- خَيْرُكُمْ مَنْ تَعْلَمَ الْقُرْآنَ وَعَلِمَهُ-

ترجمہ: تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور اسے (دوسروں کو) سمجھایا۔

تشریح: قرآن حکیم کلامِ الہی ہے جس کا موضوع انسان ہے۔ یہ کتاب محض نماز اور روزے کی تعلیمات پر مشتمل نہیں ہے بلکہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں خواہ وہ دنیاوی ہوں یا اخروی، معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا سائنسی سب کے بارے میں تا ابد رہنمائی رکھتی ہے۔ ہم آخرت میں بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک ہم اپنی دنیادی زندگی کو قرآنی تعلیمات کے سانچے میں نہیں ڈھال لیتے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن مجید پڑھیں، سمجھیں اور عملی زندگی میں اس کی پیروی کریں نیز دوسروں کو اس کا پیغام پہنچائیں اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیں۔

### -4- مَنْ صَلَّى عَلَىٰ مَرَةً فَتَّحَ اللَّهُ لَهُ بَابًا مِنَ الْعَافِيَةِ-

ترجمہ: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ نے اس کے لیے عافیت کا ایک دروازہ کھول دیا۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم محسن انسانیت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بنی نوع انسان کو دنیا اور آخرت میں کامیابی کا راستہ دکھایا، اپنی زندگی اور عمل سے ہمارے لیے اسوہ حسنہ پیش کیا، انسان پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احسانات کا تقاضا ہے کہ ہر چیز سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کی جائے جس کی عملی شکل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور محبت و عقیدت کے اظہار کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام بھیجا جائے۔ قرآن حکیم میں سورہ الاحزاب میں ارشاد ہے۔ ”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔“ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجنے کی ہمیں اللہ کی طرف سے بھی تاکید ہے۔ درود بھیجنے کا صلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود اس حدیث میں ارشاد فرمادیا کہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے کے بعد لے میں اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے عافیت کا ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔

### -5- لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَ أَهْبَطُ لَمَّا جِئْتُ بِهِ-

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص مون نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس (تعلیم) کے مطابق نہ ہو جائے، جو میں لا یا ہوں۔

تشریح: انسان کی فطرت میں نیکی یا بدی، دونوں کا شعور کھا گیا ہے اس لیے اسے چاہیے کہ وہ ارادہ و اختیار کے باوجود برائی یا گناہ کے کاموں سے اجتناب کرے دوسرا یہ کہ اپنے جذبات، احساسات اور خیالات کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مرضی کے مطابق ڈھال لے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو گویا وہ ایمان کی لذت سے ناواقف ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس حدیث مبارکہ میں اطاعت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا پیغام ہے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے ”جس نے میرے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کی اس نے گویا میری اطاعت کی“۔

### -6- مَنْ أَحَبَّ اللَّهَ وَأَبْغَضَ اللَّهَ وَمَنَعَ اللَّهَ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ إِلَّا يُمَانَ-

ترجمہ: جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اور اللہ کی رضا کے لیے عطا کیا اور اللہ کے لیے روکا، تو اس نے ایمان مکمل کر لیا۔

**تشریح:** اس حدیث مبارکہ میں تکمیل ایمان کے چار اصول بیان کیے گئے ہیں:-

- 1 انسان کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لیے۔
- 2 کسی سے بغضہ رکھے تو محض اللہ کے لیے۔
- 3 انسان کسی کو کچھ عطا کرے تو اللہ کے لیے۔
- 4 اور کسی کو عطا کرنے سے ہاتھ روک لے تو وہ بھی محض اللہ کے لیے۔

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس حدیث میں ان چاروں اعمال کو ایمان کی تکمیل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ انسان سے بے حد محبت رکھتا ہے لہذا انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی محبتوں اور الفتوں کا مرکز اللہ کی ذات ہی کو رکھے۔ دنیا میں جس سے محبت رکھے محض اللہ کی رضا کے لیے۔ اس کے علاوہ اول تو کسی سے بغضہ نہ رکھے اور اگر کسی سے بغضہ ہو بھی تو اس کی بنیاد پھنس یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، لہذا جب کسی سرکش و ظالم کو اللہ پسند نہیں کرتا تو ہم کیوں کریں؟ اس کے علاوہ اگر کسی کو مال عطا کریں تو اس کی بنیاد بھی ریا کاری یا دنیاوی غرض نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا ہو اور اگر کسی سے ہاتھ روکیں تو محض اس لیے کہ اس سے اللہ نے ہاتھ روکنے کا حکم دیا ہے۔

**7- لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرَ حُمًّا صَغِيرًا وَلَمْ يُوْقِرْ كَبِيرًا۔**

**ترجمہ:** وہ ہم میں سے نہیں، جو ہمارے چھوٹوں پر حرم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے۔

**تشریح:** انسان کو اشرف الخلقوں ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہونا چاہیے۔ اس بنا پر انسان سے یہ توقع کی گئی ہے کہ وہ اپنے اندر اپنے خالق کی صفات پیدا کرے اور اپنے قول و فعل سے ان کا اظہار بھی کرے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ عادل ہے اس لیے انسان عدل کرے، اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے۔ انسان کو بھی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی خطاؤں اور غلطیوں سے درگزر کرے۔

رحم کرنا اللہ تعالیٰ کی سب سے غالب صفت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس حدیث میں خاص طور پر اس صفت پر زور دیا گیا ہے۔ رحم کے زیادہ حق دار ہمیشہ چھوٹے ہوا کرتے ہیں اور بالعموم بڑے عزت و تکریم کے حق دار ہوتے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اتنی تاکید کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ جو ہمارے چھوٹوں پر حرم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ میرے سایہ شفقت سے محروم رہے گا۔ بچوں کو مناسب تعلیم و تربیت سے محروم رکھنا انھیں شفقت سے محروم کرنا ہے۔ ظلم یہ ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کے بجائے انھیں چھوٹی سی عمر میں جسمانی مشقت کے کاموں میں لگا دیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وعدی سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم بچوں کی مناسب تعلیم اور ضروری تربیت کا فرض پورا کریں۔

**8- الْرَّاشِيُّ وَ الْمُرْتَشِيُّ كَلَا هُمَا فِي النَّارِ۔**

**ترجمہ:** رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں آگ میں ہیں۔

**تشریح:** رشوت کا چلن کسی قوم میں اس وقت عام ہوتا ہے، جب عدل و انصاف ختم ہو جائے اور لوگوں کو ان کے حقوق جائز طریقے سے نہ مل سکیں۔ کسی قوم کی یہ حالت اس کے معاشرتی بگاڑا اور ظلم کی ایک نہایت خراب صورت ہے۔ جس معاشرے میں انسانوں کے جائز حقوق کی راہ میں ظالم اہلکاروں کے ناجائز مطالبے حائل ہو جائیں، وہاں امن و سکون بھلا کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ اسی لیے رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں

ہی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنم کی آگ کا ایندھن ہیں۔ یہاں پر توجہ طلب بات یہ ہے کہ رشوت دینے والے کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ رشوت دینے والا بھی اس گناہ کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔

9- **مَنْ نَصَرَ قَوْمًا عَلَىٰ غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعْيرُ الَّذِي رَدَى فَهُوَ يُنْزَعُ بِدَنَبِهِ۔**

ترجمہ: جس شخص نے کسی ناجائز معاملے میں اپنی قوم کی مدد کی تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اونٹ کنوئیں میں گردہ ہوا وہ اس کی دم پکڑ کر لٹک جائے تو خوبی بھی اس میں جا گرے۔

تشریح: اس حدیث میں اسلامی اخوت کی بر بادی اور اسلامی معاشرے کی تباہی کا ایک برا سبب بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جو شخص کسی جھوٹے اور ناجائز معاملے میں اپنی قوم قبلیہ کا ساتھ دیتا ہے تو وہ اپنی قوم کے ساتھ اپنے آپ کو بھی تباہ و بر باد کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بھلائی اور نیکی کے کاموں میں قوم اور نسل یا زبان اور علاقوں کی تفریق کے بغیر سچ اور حق کا ساتھ دیں اور ناجائز کام میں کسی کا ساتھ نہ دیں، چاہیے وہ اپنا نسبہ اور قبلیہ ہی کیوں نہ ہو۔

10- **إِنَّ أَكْمَلَ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ حُلُفًا۔**

ترجمہ: یقیناً مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے، جو ان میں اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے۔

تشریح: انسانی شخصیت کی اصل تصویر ایک آئینہ بھی اتنی صاف پیش نہیں کرتا جتنا اس کا اخلاق۔ جب ایک انسان دوسرے سے معاملات کے دوران میں خلق سے پیش آتا ہے تو اس کی شخصیت کا ظاہر اور باطن مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے۔

حسنِ خلق ہی ایسا عمل ہے جس سے آپس کی نفرتوں کو نہ صرف محبتوں میں بدلا جاسکتا ہے بلکہ دشمنوں کے دل میں بھی گھر کیا جاسکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دعوتِ حق کے دوران عام طور پر تمام عمر اور کلی زندگی میں خاص طور پر صرف حسنِ خلق ہی کے ہتھیار سے اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو زیر کیا۔ ویسے تو حسنِ خلق کو نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کو اپانا چاہیے۔ مگر مسلمانوں کے لیے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حسنِ خلق کو ایمان کی تکمیل کا پیمانہ قرار دیا ہے۔ حسن اخلاق دراصل روزمرہ زندگی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اپنے نفس اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ایک مسلمان کے طرزِ عمل اور روایہ کا نام ہے۔ اگر یہ طرزِ عمل اور روایہ اچھا ہے اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ہے تو اسے حسنِ اخلاق کہا جائے گا اور اگر یہ طرزِ عمل اور روایہ اچھا نہیں تو اس کو بر اخلاق کہا جائے گا۔

11- **الصَّلُوةُ عِمَادُ الدِّينِ وَ مَنْ أَفَأَهَا فَقَدْ أَقَامَ الدِّينَ وَ مَنْ هَدَ مَهَا فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ۔**

ترجمہ: نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے قائم کیا اس نے گویا دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ڈھاندیا اس نے گویا دین کو ڈھاندیا۔

تشریح: اس حدیث میں دین کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کا ستون نماز ہے۔ جس نے اس ستون کو قائم رکھا گویا اس نے دین کی عمارت کو قائم رکھا اور جس نے اس ستون کو گردادیا، تو اس نے گویا پورے دین ہی کی عمارت کو ڈھاندیا۔ اس سے نماز کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ ہر مسلمان کے لیے روزانہ پانچ مرتبہ ایمان کے امتحان کا موقع آتا ہے۔ موذن اسے نماز اور فلاح کی طرف بلا تا ہے۔ اگر وہ اس پکار پر لبیک کہتا ہے تو گویا وہ اپنے ایمان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ نماز ہی وہ عمل ہے، جس کے ذریعے اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور ابطة قائم رہتا ہے جو ترک نماز سے کمزور ہو جاتا ہے۔

**12- إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِثُ وَالْأُمَّ مُيَحْطُبُ فَقَدْ لَغُوتَ -**

ترجمہ: جب تم نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے یہ کہا ”خاموش ہو جاؤ“ جبکہ امام خطبہ دے رہا ہو تو تم نے فضول بات کی۔

تشریح: علم کا پہلا ادب یہ ہے کہ علم کی بات کو خاموشی اور توجہ سے سنا جائے۔ وعظ و نصیحت سے فائدہ اٹھانے کے لیے بھی ضروری ہے کہ سب سے پہلے اسے توجہ سے سنا جائے، اگر کوئی بات دھیان سے سنی نہ جائے تو اسے سمجھنا بھی ناممکن ہو گا اور پھر اس عمل کیونکر ہو سکے گا۔ چنانچہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ جمعہ کا خطبہ جو کہ اسلامی تعلیمات کے بارے میں رہنمائی کا ذریعہ ہے اسے خاموشی اور توجہ سے سنا جائے۔ اس حدیث میں ایک اور اشارہ ہے کہ جمعہ کے خطبے کے دوران یہ بھی روانہ ہیں کہ اس دوران اگر کوئی شخص بول رہا ہو تو اسے منع کیا جائے۔ کیونکہ اس سے بھی لوگوں کی توجہ دوسری طرف منتقل ہو سکتی ہے اور ان کے سنبھال کا عمل بھی متاثر ہو سکتا ہے۔

**13- مَنْ تَخْطُلِ رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِنْهَدَ جَسَرًا إِلَى جَهَنَّمَ -**

ترجمہ: جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگ کر گیا (گویا) اس نے جہنم کی طرف پُل بنایا۔

تشریح: اس حدیث میں آداب جمعہ، آداب مجلس، احترام انسانیت، تہذیب و سلیقه اور نظم و ضبط کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ معاشرت کی مندرجہ بالا تمام خوبیوں کے بارے میں ایک جامع تعلیم دینے کے لیے آداب نماز جمعہ کو موضوع بنایا گیا ہے کہ جب جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو تو بعد میں آنے والے پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے نہ جائیں کیونکہ یہ بات آداب مجلس کے خلاف ہے اور پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کے احترام کے بھی خلاف ہے نیز تہذیب و سلیقه کے بھی منافی ہے۔ لہذا شائستگی کے ساتھ جہاں جگہ مل دیں بیٹھ جانا چاہیے۔

**14- إِذَا أُفْيِيتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوا مَسْعَوَنَ وَأَنْوَهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَذْرَكُتُمْ فَصَلُوْا وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِّمُوا -**

ترجمہ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس کے لیے دوڑتے ہوئے نہ آؤ، بلکہ طینان (اور وقار) سے چلتے ہوئے آؤ۔ جو (نماز) تم پا لو اسے ادا کر لو اور جو تم سے رہ جائے، اسے پورا کرلو۔

تشریح: اس حدیث میں باجماعت نماز کے آداب کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ وہ یہ کہ اوں تو ہم باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے وقت پر مسجد پہنچیں اور تکمیر اولی میں شریک ہوں اور بالفرض کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی شخص تکمیر اولی سے رہ جائے یا مسجد میں تاخیر سے پہنچے اور نماز ادا ہو رہی ہو تو بھاگتے دوڑتے جماعت میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر ممکن وقار اور ممتازت کا خیال رکھنا چاہیے۔ سلیقه یہ ہے کہ شائستگی کے ساتھ چل کر آرام سے جماعت میں شامل ہو جائیں۔ جتنی رکعتیں جماعت کے ساتھ نصیب ہو جائیں ان کو جماعت کے ساتھ پورا کر لیں باقی کو بعد میں پورا کر لیا جائے لیکن بھاگتے دوڑتے اس لیے جانا کہ جلدی سے جماعت میں شریک ہو جائیں اور کوئی رکعت چھوٹ نہ جائے یہ ناشائستہ عمل اللہ تعالیٰ کو ناپسند اور خانہ خدا کے آداب اور انسانی وقار کے خلاف ہے۔

**15- مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَامَةِ إِيمَانًا وَإِحْتِسَابًا غُفرَلَهُ مَا تَقدَّمَ مِنْ ذَنبِهِ -**

ترجمہ: جس نے ایمان اور اجر کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور اس (کی راتوں) میں قیام کیا۔ اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے گئے۔

تشریح: روزہ دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ اس مہینے میں انسان کے اندر دینی مزاج اور صبر و تقویٰ پیدا کرنے کے لیے مخصوص دینی فضایا ہو جاتی ہے۔ اس ماہ کو نیکیوں کی فعل بہار قرار دیا جا سکتا ہے۔ رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔ اب جو کوئی ایمان کے

تقاضوں کی تکمیل میں اور بارگاہِ الٰہی سے ثواب کی امید کے ساتھ روزے رکھے اور اس ماہ مبارک کی راتوں میں اپنے رب کے حضور قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

**16- لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةُ عِنْدِ إفْطَارِهِ وَ فَرْحَةُ عِنْدِ لِقَاءِ رَبِّهِ۔**

ترجمہ: روزہ دار کے لیے دخوشیاں ہیں ایک خوشی اس کے افطار کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت۔

تشریح: روزہ بظاہر ایک مشقت والی عبادت ہے۔ لیکن حقیقت میں اپنے مقصد اور نتیجے کے لحاظ سے یہ دنیا میں موجب راحت اور آخرت میں باعث رحمت ہے۔ روزہ دار دن بھر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ لیکن افطار کے وقت اس کے لیے ایک خوشی کا سامان ہے کہ جب وہ بھوک پیاس کی حالت میں اللہ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوتا ہے تو اسے ایک عجیب فرحت و مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ آخرت میں جب وہ اپنے رب کا دیدار کرے گا تو اس وقت اس کی خوشی کی کوئی حدود نہ ہوگی۔

**17- مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ فَقَضَى مَنَا سِكَّةً وَ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ غُفرَلَةً مَا تَقدَّمَ مِنْ ذَنبِهِ۔**

ترجمہ: جس نے بیت اللہ کا حج اور اس کے مناسک (پورے) ادا کیے اور مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہے تو اس کے پہلے گناہ معاف کردیے گئے۔

تشریح: حج بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ ہر صاحب استطاعت مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک بار بیت اللہ کا حج فرض ہے۔ حج کے سلسلے میں مکہ میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا عظیم اشاقان اجتماع ہوتا ہے۔ لہذا اس بات کا اہتمام ضروری ہے کہ اس موقع پر صبر و تحمل، عفو و درگزرا اور ایثار سے کام لیا جائے۔ اپنے کسی مسلمان بھائی کی زبان سے دل آزاری کی جائے نہ ہاتھ سے اسے کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔ اس حدیث میں یہی بات کہی گئی ہے کہ جو حج اس اہتمام سے کیا جائے گا، اس کے نتیجے میں انسان کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

**18- مَنْ أَغْبَرَ ثَقَدَ مَاهَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ۔**

ترجمہ: جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آؤ دھوئے، اللہ نے اسے آگ پر حرام کر دیا۔

تشریح: بندہ اپنے رب کی خوشنودی کے لیے جو بھی مشقت اور تکلیف برداشت کرتا ہے، اس پر اس کے لیے اجر ہے اور جو قدم اللہ کی راہ میں اٹھتا ہے، وہ اس کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کا باعث بنتا ہے۔ علم کی طلب، نماز کی ادائیگی، مسلمان بھائی کی مدعا و عیادت وغیرہ کے لیے اپنے قدم غبار آؤ دکرنا بھی فلاح و کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کے دین کی دعوت و تبلیغ کے لیے نکلے تو اس کے ہر قدم پر نیکی ہے۔ اگر کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے عزم سے چلے تو یہ ایسا پسندیدہ عمل ہے کہ اس راستے میں اس کے غبار آؤ دھونے والے قدموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ اس پر حرام کر دیتا ہے۔

**19- كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَّعِيَّتِهِ۔**

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دھے۔

تشریح: ذمہ داری اور نگہبانی ایک ایسا فرض ہے، جو کسی بھی انسان کے لیے معاف نہیں ہے۔ حکمران اپنی رعایا کے حقوق کی غمہداشت اور ان کی فلاح و بہبود کا ذمہ دار ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں جواب دھے ہیں، حتیٰ کہ کسی دفتر کا ایک کارکن بھی اپنے کاموں کا ذمہ دار

ہے اور اس سلسلے میں اسے بھی اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لہذا لازم آتا ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو دیانت اور محنت سے ادا کریں۔

- 20- خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ-

ترجمہ: لوگوں میں اچھا وہ ہے، جو لوگوں کو نفع دیتا ہے۔

تشریح: قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اس دنیا میں عزت اور کامیابی انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے، جو خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور انسانیت کی فلاج و بہود کے لیے کوشش رہتے ہیں۔ اس حدیث میں اسی بات کی وضاحت کی گئی ہے لہذا ہمیں چاہیے کہ تعلیم کے ذریعے بھی لوگوں کو نفع پہنچائیں۔ ماحول کو صاف ستر کرنا بھی انسانی بہود کے لیے ضروری ہے۔ پڑوسیوں کا خیال رکھنا، انہیں اذیت اور تکلیف میں بنتا ہونے سے بچانا بھی ان کے حقوق کی پاسداری اور انہیں فائدہ پہنچانا ہے۔ درخت لگانے سے ماحول کی آسودگی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ درخت بارش کا سبب بنتے ہیں اور ہوا کو صاف کرتے ہیں۔ ان سب پہلوؤں سے مخلوق خدا کی خدمت کرنا خیر الناس بننے کا ہترین طریقہ ہے۔